

حدیث غدیر میں لفظ مولیٰ کا معنی

<"xml encoding="UTF-8?">



حدیث غدیر میں لفظ مولیٰ کا معنی

مؤلف: جواد محدثی

مترجم: یوسف حسین عاقلی پاروی

مصحح: حجة الاسلام غلام قاسم تسنیمی

پیشکش: موسسہ امام حسین علیہ السلام (<http://alhassanain.org/urdu>)

سخن ناشر:

عظیم محقق، عاشق اہل بیت ، مدافع حریم اہل بیت علیہ م السلام کا ایک عالمی شہرت یافتہ کتاب "الغدیر" جو کہ قرآن ، حدیث اور تاریخی منابع کی روشنی میں حق کی دفاع اور مخالفین کے شبہ ات کو ختم کرنے کیلئے لکھا۔ یہ کتاب اتنی گہری تحقیق اور وسیع مطالعہ سے مالا مال ہے کہ کچھ کا خیال ہے اتنا عظیم اور بنیادی کام کسی ایک فرد کا نہیں ہو سکتا۔ الغدیر میں آنے والے مفید اور جدید مطالب کو عوام تک پہنچانا چاہئیے یہ کتاب اصل عربی ہے جس کا فارسی میں ترجمہ ہوا ہے۔ لیکن چند جلد کتاب کا اس پر آشوب دور میں عاشقین ولایت و امامت کے پاس مطالعہ کرنے کی فرصت اور حوصلہ نہیں، لہذا (مؤسسہ) نے اس عظیم ذمہ داری کو نبھانے کے لئے کئی جلدوں پر مشتمل کتاب کو خلاصہ کر کے گویا سمندر کو کوزے میں بند کر کے مختلف موضوعات کی شکل میں عاشقان مطالعہ حضرات کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ ایک اہم بات یہ ہے کہ اس کار خیر میں ترجمہ و تلخیص کے علاوہ کچھ خلاصہ کی حد پر بھی اکتفاء کیا گیا ہے

تاکہ قارئین کرام کے لئے اکتاہٹ کا باعث نہ بنے خداوند متعال سے امید ہے کہ اس کتاب "الغدیر" کو جو کہ ولایت اور امامت کی پہچان ہے علامہ امینی کی کئی سالہ زحمتوں کا نتیجہ ہے اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مدافع ولایت علوی میں شمار فرمائے، اور مولا الموحدین یعسوب الدین امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی عنایات شامل حال ہوں اور مرحوم کی زحمتوں کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

پیشگفتار مترجم :

آج بھی غدیر کو دیکھا جا سکتا ہے جہاں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حکم خداوندی سے روشن سورج کی مانند اللہ کو بلند کر کے تاریخ میں ضبط کر لی اور نام علی علیہ السلام کو روز روشن، طلوع خورشید و قمر کی طرح اپنے بعد حجت الہی بعنوان "مولی" پیش کر دیا تاکہ امت محمدی زندہ و جاوید رہے اور دور جاہلیت کی طرح نہ پلٹے۔

ابھی تک "من کنت مولیٰ فہذا علی مولاہ" کی صدائیں سنائی دیتی ہیں (من کنت مولاہ فہذا علی مولاہ) یعنی علی کی ولایت میری ولایت ہے اس کے بعد رسول اکرام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دعا کی (اللہم وال من ولاہ و عاد من عادہ وانصر من نصرہ و اخذل من خذلہ) خدایا! جو علی سے محبت کرے تو بھی اس سے محبت رکھ جو ان سے دشمنی کرے تو بھی اس سے دشمنی رکھ پروردگارا! علی کی نصرت و مدد کرنے والوں کی نصرت کر اور جو علی کو ذلی لکنا چاہتا ہے تو اسے ذلی ل کر۔

رسالت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زبان سے نکلے ہوئے یہ جملات در حقیقت ولایت اور برائت کی پہچان بن گئے یعنی معرکہ حق و باطل میں محب اور مبغض کی تعیین فرمائی۔

غدیر کلام و زبان رسالت کے مطابق ایک خندق کی مانند ہے جو مختلف راستوں کو جدا کر دیتی ہے سرچشمہ غدیر آج تک آب حیات سے لبریز موجزن ٹھاٹھیں مارتا ہوا فضائل کا سمندر ہے جو دلوں کو سیراب، بے آب و گیہ چٹیل اور غیر زرخیز زمینوں کی پیاس کو بجھاتا ہے، غدیر کے بغیر پوری دنیا تاریک، تعصب، حیرت اور گمراہی کا ایک گڑھ ہے، حقیقت میں غدیر کتاب مبین، صراط مستقیم، اور ایسا راستہ ہے جو سنت پیغمبر تک پہنچاتا ہے، غدیر بصیرتوں کا سمندر ہے جس میں دین ی بصیرت، سیاسی بصیرت، اور بہت ساری بصیرتیں ہیں، جو نہ صرف حجاز کے بیابانوں کو سیراب کرتا ہے بلکہ ضلالت و گمراہی اور حیرت و پریشانی کے بیابانوں کو بھی سیراب کرتا ہے در اصل غدیر گوہر نایاب ہے جس نے دین کو کامل اور تمام نعمتوں کو پورا کیا، غدیر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی 23 سالہ زحمتوں کا ماحصل، نچوڑ اور خلاصہ ہے

جنگ و جدال:

امامت اور ولایت و خلافت کا مسئلہ مسلمانوں کے درمیان دراز مدت سے چلتا آ رہا ہے جس میں مختلف اعتقادی، کلامی، تاریخی حدیثی، اور ادب و لغت کا پہلو قابل غور ہیں۔

کتاب "الغدیر":

مرحوم علامہ امینی نے اپنی اس گرانقدر سرمایہ آخرت میں انتہائی مستدل، متقن، اور موثق ترین منابع تاریخی اور حدیثی کے ذریعے ثابت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی زندگی کے پہلے اور آخری حج کے موقع پر اٹھارہ ذی الحجۃ سنہ 10 ہ کو غدیر خم کے مقام پر سوا لاکھ حاجیوں کے مجمع میں وہ تاریخی خطبہ دیا جس میں اپنے جانشین، وارث، خلی فہ، وصی اور خدا کے محبوب ترین بندہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو ہاتھوں پر بلند کر کے مولا اور رہنما کے طور پر متعارف کروایا، فرمان الہی کی تعمیل کرتے ہوئے انہیں اپنے بعد حجت اور امام معرفی کیا، لیکن چند نافہم اور ناسمجھ افرادان واضح اور روشن دلائل کے باوجود اس واقعہ کا انکار کرتے ہیں گویا سورج کے آگے آنکھیں بند کر کے دن کا انکار کرتے ہیں۔

صرف یہی نہیں بلکہ منکرین ولایت لجاجت اور تعصب کی تمام حدوں کو پار کر کے مختلف اشکالات اور تاویلات کے ذریعے اس واضح حقیقت کو چھپانے پہ تلے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ان اشکالات میں سے ایک لفظ مولا میں تشکیک کرنا ہے۔ مولا کا اصل معنی سرپرست، ولایت، اولویت، سروری، رہنما اور رہبر کے ہیں لیکن ان منکروں نے ان معانی سے ہٹ کر حد اکثر دوست، یاور، اور ناصر و مددگار مراد لی ہے، لیکن ان معانی کے بیان کرنے کا مقصد اور فلسفہ یہ ہے کہ حقیقت اور حقانیت کو حق کی راستے اور حدیث مسلم، غیر قابل انکار حقیقت سے چشم پوشی کرے اور روز روشن کی طرح رسول اللہ کے نورانی اور صریح جملہ "من کنت مولا فہذا علی مولاہ" دلیل امامت و خلافت امیر المومنین سے انکار کے سوا کچھ نہیں ہے۔

اس قسم کے جتنے بھی تاویلات اور اشکالات کرتے ہیں یہ سب ان کی کج فکری اور نا سمجھی کی واضح علامت ہے۔

"مولا" کتاب الغدیر میں :

قارئین محترم!

جو کچھ آپ کی آنکھوں کے سامنے ہے وہ دراصل کتاب الغدیر سے لفظ مولا کے بارے میں بیان شدہ حقائق کا خلاصہ ہے۔ (1)

علامہ امینی مرحوم سب سے پہلے "مولا" کے لغوی معنی کو بیان کرتے ہیں اس کے بعد ادبیات عرب، عرف زماں، احادیث میں اس کا معنی، نیز متن خطبہ کی مختلف انداز میں قرائت اور دیگر مختلف زاویوں سے اس لفظ کو بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس کے معنی اولیٰ بالتصرف، صاحب اختیار، سرپرست اور سرور کے ہیں، جس کا مفہوم واضح ہے۔ البتہ کچھ افراد کا کہنا ہے کہ حدیث غدیر حضرت امیر المومنین کی خلافت پر دلالت نہیں کرتی ہے جیسا کہ فخر رازی جیسے کج فکری میں مبتلا لوگوں نے اس حقیقت سے چشم پوشی کی ناکام کوشش کی ہے۔

اس مقالے میں اور اس سے پہلے عید غدیر در اسلام نامی مقالے میں کوشش کی تھی کہ جتنا ہو سکے یہ مقالے عام فہم سلی س، واضح اور عوام کے لئے فائدہ اٹھانے کے قابل ہوں ساتھ ساتھ ہاہل مطالعہ، محققین، دانشمندوں اور طلاب کے لئے بھی مفید واقع ہو ں۔

ایک ناقابل انکار حقیقت، اور فطری چیز ہے کہ بسا اوقات زیادہ تکرار کرنا، مباحث کو طول دینا، تفصیلات اور

تاویلات میں جانا یا بعض مشکل عمیق اور دقیق گفتگو کو پیش کرنا نا مطبوع سمجھا جاتا ہے اسی لئے اس مقالے میں ان تمام باتوں سے پہلو تہی کرنے کی کوشش کی ہے، اور سعی کیا ہے کہ کتاب الغدیر کے متن کو اہل سنت کی معتبر کتابوں سے نقل کیا ہے۔ اور ساتھ ساتھ حوالہ بھی دیا گیا ہے تاکہ تحقیق کرنے والوں کو کوئی دقت پیش نہ آئے، اس امید کے ساتھ اس ناچیز کار خیر اور صدقہ جاریہ کو شروع کرتے ہیں کہ مولا کے عنایات اور الطاف شامل حال ہوں اور ولایت جیسی عظیم نعمت کے مقابلے میں قلیل فریضہ دین ی قبول ہوں۔

جواد محدثی قم بہمن 1375 ہ ش۔

حدیث غدیر میں "مولا" کا معنی:

حدیث غدیر کی سند کے بحث کے بعد شاید قارئین محترم کے اذہان عالی ہ میں حدیث غدیر کے سند کے بارے میں کوئی شبہ نہیں رہا ہو گا کیونکہ یہاں پرمولا کی اور کوئی معنی درست نہیں ہے۔ اگر چہ لغت کے اعتبار سے مولا کی معنی صریحا امام نہ ہو یا یہ کہ مولا کی بہت ساری معانی ہیں۔ اس لئے مجمل بن جائے گا۔ اب چاہے امامت و رہبری کو معین کرنے والے قرائن ہوں یا نہ ہو پھر بھی حدیث میں مولا کا معنی امام ہے۔ کیوں کہ وہاں جتنے افراد موجود تھے یا جنہوں نے بعد میں حدیث کو سنا ہے یہ سب ایسے افراد ہیں جن کی لغت میں کوئی مقام حاصل ہے۔ لغت میں ان کی کوئی حیثیت ہے۔ سب نے مولا سے امامت مراد لی ا ہے کسی نے ان کو رد بھی نہیں کیا ہے۔

پہلی دلیل:

حدیث امامت امام علی علیہ السلام پر قطعی دلالت کرتی ہے، اگر چہ لفظ مولا کے بارے میں لغت اور مدعی حق کہ یہ امامت کے بارے میں نص اور صریح ہے متعدد معانی ہونے کے اعتبار سے مجمل ہے، اور یہ مجمل اور غیر واضح ہونا چاہیئے قرائن اور پڑھنے کے حوالے سے اصل مراد امامت، رہبری اور سرپرستی ہے جو کہ ثابت شدہ شئی ہے یا اس کے معنی حقیقی کو مراد نہ لیں چونکہ جو حضرات اور اصحاب و حجاج کرام غدیر خم میں موجود تھے ان سے اذہان میں اور خارج میں بھی اس سے مراد امامت و رہبری ہے اور بعض نے بعد میں اس کی حقیقت جاننے کی کوشش کی تھی اور افراد بھی لغت کے بارے میں جانتے تھے

دوسری دلیل:

اس واقعے کے بعد شعراء کرام اور اہل ادب و فن سب نے لفظ "مولا" سے امامت و رہبری مراد لئے ہیں تو یہ بھی ایک محکم دلیل ہے۔

تیسری دلیل:

اس جمعغیر اور ٹھاٹھیں مارتے ہوئے حجاج کے سمندر سے ایک خود امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی ذات گرامی بھی تھی حضرت نے اس سلسلے میں اپنی حقانیت کو ثابت کرنے کے لئے معاویہ کو کچھ اشعار پیش کئے جن کا مضمون یہ تھا:

"پیغمبر خدا ص نے روز غدیر خم میری ولایت و امامت کو تم پر حتمی اور قطعی قرار دیا" (2)

چوتھی دلیل:

شاعر معروف جناب حسان بن ثابت غدیر کے عینی گواہوں میں سے ایک تھے خطبہ غدیر کے فوراً بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت مانگی اور شعر پڑھنا شروع کیا جس میں پورے خطبے کو خلاصہ کی شکل میں کچھ ابیات میں پیش کیا (یعنی سمندر کو کوزے میں بند کیا) پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا اے علی! کھڑے ہوجاؤ میں تمہیں اپنے بعد امام، رہنما اور رہبر قرار دیتا ہوں۔ (3)

پانچویں دلیل:

قیس بن سعد بن عبادہ بھی ان اصحاب اور افراد میں سے ایک تھا جنہوں نے غدیر کو اپنے اشعار میں دلیل کے طور پر پیش کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ قرآن اور حدیث کی روشنی میں امام امت حضرت علی علیہ السلام کی ذات گرامی ہے۔

ان کے علاوہ بہت سارے اصحاب جیسے محمد بن عبداللہ حمیری، عبدی کوفی، کمیت بن زیاد اسدی، سید اسماعیل حمیری اور ابوتمام وغیرہ نے رسول خدا کی حدیث کے مطابق حضرت علی علیہ السلام کی بیعت کی اور اپنی اپنی گفتگو میں آپ علیہ السلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی جانشین، سرپرست، رہبر اور صاحب ولایت و امارت کے عنوان سے یاد کیا۔ (4) نیز صاحبان فہم و فراست، اہل قلم حضرات، ادباء، بلغاء اور شعراء نے اپنے نثری اور شعری شہ پاروں میں مولا سے یہی مراد لئے ہیں۔ (5)

قارئین محترم !

سابقہ ساری گفتگو اپنی جگہ اہل لغت یا ادب کے وادی میں استوار جن کی کاوشوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، یہ حضرات ہر لحاظ سے قابل اعتماد، اور مشہور و برجستہ ہیاور کسی کی بس کی بات نہیں کہ ان تمام حقائق کو خطا و غلط اور کجروی اور کج فکری سے تعبیر کر کے رد کریں، اور عام لوگوں کو دیکھیں تو وہ بھی اپنے روز مرہ باتوں میں مولا سے یہی سرپرستی اور ولایت کا معنی ہی لیتے ہیں، جناب ابو بکر اور عمر نے اسی معنی اور مفہوم کے ساتھ علی علیہ السلام کی بیعت کی اور انہیں مولا بننے پر مبارک باد دی جناب عمر کا یہ جملہ تاریخ کے صفحات پر موجود ہے کہ روز غدیر حضرت علی علیہ السلام کی بیعت کرتے ہوئے کہا "بخ بخ لک یابن ابی طالب اصبحت مولای و مولا کل مؤمن و مؤمنہ"

حقیقت:

سوال یہ ہے مولا کا وہ کونسا معنی رہ گیا تھا جو علی علیہ السلام کی شخصیت پر منطبق تھا اور غدیر تک بیان نہیں ہوا تھا اسی لئے بیان کرنے کے لئے خدا کے آخری رسول کو آخری حج کے موقع پر سخت حالات میں ڈھیر سارے اہتمام کرنے کی ضرورت پڑی تاکہ وہ معنی لوگوں کے لئے بیان کیا جائے؟! اور کس عنوان سے لوگوں نے انکی بیعت کی؟ کیا صرف دوستی اور محبت کو بتانا مقصود تھا؟

اس سوال کا جواب بہت ہی واضح ہے، کہ مقصود دوستی کو بتانا نہیں تھا اس لئے کہ حضرت علی علیہ السلام دعوت ذوالعشیرہ سے غدیر تک رسول خدا کا مخلص دوست، اور مددگار تھا، بلکہ مقصود وہی عرفی معنی تھا جو غدیر میں موجود سوا لاکھ حاجیوں نے سمجھا یعنی اولی بالتصرف، رہنما و رہبر، ()

حارث بن نعمان کا انکار:

غدیر کے اعلان ولایت کے بعد حارث بن نعمان اپنی جگہ سے اٹھا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرنے لگا:

اے محمد! تم اپنی رسالت اور خدا کی وحدت کی گواہی مانگی تو ہم نے قبول کیا، نماز و زکات اور حج کا حکم دیا ہم نے اسکو بھی مان لیا۔

لیکن تم نے صرف اسی پر اکتفاء نہیں کیا اور اپنے چچا زاد بھائی کے ہاتھ کو پکڑ کر بلند کیا اور اسکو ہم سب پر فوقیت و فضیلت دی اور کہا من کنت مولاہ فہذا علی مولاہ () (6)

اس واقعہ کا اصل مطلب یہ تھا کہ واقعاً اس کافر حسود کے دل میں وسوسہ و شک ہوا کہ کیا یہ حکم ولایت اور اولی بالتصرف خدا کی طرف سے تھا یا العیاذ باللہ محمد ص نے خود اپنی طرف سے صادر کیا؟ اس ملعون کو علم تھا کہ یہ حکم خدا کی طرف سے تھا لیکن علی علیہ السلام کی امامت اور ولایت اس کو برداشت نہیں تھی اسی لئے عذاب کا تقاضا کیا اور اسی لحظہ سیدھا راہی جہنم ہوا۔

قارئین کرام!

فیصلہ آپ پر چھوڑتے ہیں کہ آپ اس ولایت سے کیا وہ مطلق معنی مراد لیتے ہیں جس کو قریش نے دشمنی کی بنا پر قبول نہیں کیا یا نہیں؟ مختلف جنگویمیں نصرت الہی مومنین کے شامل حال ہوتے دیکھ کر لوگوں کی کثیر تعداد گروہ گروہ کی شکل میں دین الہی میں داخل ہوتی تھی، تو بعض لوگوں کو اپنی جان کی فکر ستانے گی اور انہوں نے ناچار اسلام قبول کیا۔ ان لوگوں کے لئے ولایت علی بن ابیطالب علیہ السلام کو قبول کرنا انتہائی دشوار تھا، فرق صرف اتنا تھا کہ حارث نے اپنے دل کی کیفیت کو بیان کیا اور عذاب کا تقاضا کیا تو اسے مل گیا، باقی منافقوں نے اپنے دل میں رکھا۔

ایک اور شاہد:

کوفہ میں ایک گروہ حضرت علی علیہ السلام کی خدمت اقدس میں شرفیاب ہوا اور عرض کیا السلام علی ک

یا مولانا اس موقع پر امام علیہ السلام نے ان کو اس لفظ کا صحیح معنی بیان کرنے اور توضیح و تشریح کے لئے ان سے فرمایا کہ میں کس طرح تم لوگوں کا مولا ہوں جبکہ تمہارے ایک خاص گروہ سے تعلق رکھتے ہو؟ تو انہوں نے اسی حدیث غدیر کا حوالہ دیا اور کہا کہ روز غدیر حضور پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے آپ کی ولایت کا اعلان فرمایا ہے۔

قارئین کرام:

عرب کے ہاں لفظ "مولا" کوئی عام اور معمولی لفظ نہیں تھا جو ہر کسی کو یہ لقب اور اعزاز دیں اور آسانی سے ہر کسی کو "مولا" کا تاج پہنا دیں اس لفظ سے دوستی و مددگار اور صرف محبت یا دیگر معانی مقصود نہیں تھے بلکہ یہ ایک عظیم ریاست اور سرپرستی پر واضح اور روشن و محکم دلیل تھی اسی لئے حضرت علی علیہ السلام کا، قبیلہ عرب کے سامنے وضاحت اور تشریح کرنے کا اصل ہدف و مقصد بھی یہی تھا کہ انہوں نے سخن پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے اس لفظ کی اصل حقیقت کو درک کیا ہے یا نہیں؟!

خواتین کی فہم:

قارئین کرام!

(بلکہ ہمارا دعویٰ تو یہ ہے) کہ اس لفظ "مولا" کا معنی صرف عرب حضرات ہی نہیں جانتے تھے بلکہ عرب کی خواتین بھی اس حقیقت امر اور اولیٰ بالتصرف و ولایت کے معنی سے جاہل نہیں تھیں بات پر دلیل بھی ہے کہ وہ یہ جب معاویہ نے درامیہ حجونہ نام کے خاتون سے پوچھا! اے خاتون! تم کیوں علی سے محبت اور مجھ سے عداوت و دشمنی رکھتی ہو؟ تو اس وقت اس خاتون نے کچھ دلائل پیش کئے ان میں سے ایک یہ تھا: اے معاویہ: علی علیہ السلام سے محبت اس لئے کرتی ہوں چونکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے غدیر خم کے مقام پر ان کو ولی و سرپرست قرار دیا تھا۔ اور ساتھ ہی معاویہ سے دشمنی پر بھی دلیل بیان کی اور کہا کہ: معاویہ! تم نے اس سے جنگ کی جو حکومت کا تم سے زیادہ حقدار تھا، تو اسی ریاست کا خواہاں تھا جو تیرا حق نہیں تھی۔

اس خاتون کی بات پر معاویہ کی زبان بند ہو گئی اور وہ اس کی بات کو رد بھی نہیں کرسکا!

امام علی کا احتجاج:

شہر مقدس کو فہ کے کچھ اشخاص امام علی علیہ السلام کی خلافت اور جانشینی کے بارے میں نزاع اور جھگڑا کرنے لگے تو آپ علیہ السلام ان کے سامنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مختلف روایات کو بیان کر کے اپنی برتری و حقانیت اور خلافت حقہ کو ثابت فرمایا مگر لوگوں نے پھر بھی آپ علیہ السلام کے کلام مبارک کو نہیں مانا تو اس وقت امام علیہ السلام بھی اسی حدیث غدیر کو بیان کر کے مخالفین کی زبان کو بند کردیا۔

قارئین محترم: ان تمام وضاحتوں کے باوجود بھی اس لفظ "مولا" سے ولایت و رببری اور سرپرستی کے علاوہ

کچھ اور معنی ہو سکتا ہے؟!

جواب:-

اس سؤال کا جواب بہت ہی واضح ہے کہ جب سب سے پہلے خود حضرت امام علی علیہ السلام کی ذات گرامینے اس حدیث غدیر سے وہی معنی مراد لی ا ساتھ ہی بذات خود غدیر کے گواہوں اور شاہدین میں سے ایک تھے اور اسی دن جنہوں نے اس اولیٰ بالتصرف اور ولایت سے انکار اور جان بوجھ کر حقیقت کو چھپانے کی ناکام کوشش کی تو عذاب الہی نے انہیں وہیں پرسیوا کیا

اعتراض:

اگر لفظ "مولا" سے مراد اور مقصود صرف دوستی و مددگار تھا تو امام علی علیہ السلام کی ذات گرامی نے کیوں کر مخالفین کے سامنے اس حدیث غدیر سے استناد و استدلال فرمایا؟

جواب:-

(پہلی بات تو یہ ہے کہ اس جم غفیر میں کیا صرف علی علیہ السلام علاوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کوئی اور دوست و مددگار نہیں تھے؟! جواب مثبت ہی ہوگا) کیوں کہ وہاں پر امام علی علیہ السلام کے علاوہ بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوست اور مددگار موجود تھے۔ تو یہاں سے معلوم ہوا کہ اس سے مراد و مقصود وہی ولایت مطلقہ، رہبری و سرپرستی اور اولیٰ بالتصرف ہی تھا۔ چنانچہ گذشتہ زمانوں میں جتنے اشخاص اس حوالے سے اپنے بحثوں اور امت محمدی کے اجتماعات میں اعتراضات پیش کرتے تھے اور واقعہ غدیر کے بعد سے آج تک جتنے اس حوالے سے کتاب لکھنے والے ہیں سب بہتر جانتے ہیں اور سب کو معلوم ہے کہ عوام الناس اور عام پبلک سب اس لفظ "مولا" سے امامت مطلقہ، ولایت و امامت، رہبر اور پیشوا سمجھتے ہیں نیز یہ بھی سمجھتے ہیں کہ یہ ولایت وہی ولایت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل تھی، محقق کے سامنے انموارد کو بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

ایک ادبی بحث:

لفظ "مولا" سے لغت عرب میں سرپرستی اور اولیٰ بالتصرف کے معانی مراد لی ا جاتا ہے (اگر یہ اولیٰ بالتصرف مراد نہ لے تو کم از کم ایک معنی "اولیٰ" تو ہو سکتا ہے جس کی دلیل مفسرین اور محدثین کی اس آیت (فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَلَا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مَأْوَاكُمُ النَّارُ يَمْوَلَاكُمْ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ) میں لفظ "مولا" سے "اولیٰ" کا معنی مراد لی نا ہے، اس آیت مجیدہ میں لفظ مولا سے مراد واضح طور پر اولیٰ ہے (6) کچھ مفسرین نے کچھ اور معانی بھی بیان کئے ہیں لیکن پھر بھی ان کے ذیلی معانی میں ایک "اولیٰ" کو قرار دیا ہے (7)

تو یہ حضرات جہاں مفسر تھے وہاں ادیب، اور اہل لغت بھی تھے انہوں نے اس لفظ کی یہی تفسیر کی ہے اس

کے علاوہ بھی بہت ساری آیتیں ہیں جن میں لفظ "مولا" آیا ہے جیسے ﴿أَنْتَ مَوْلَانَا﴾ (بَلِ اللّٰهُ مَوْلَاكُمْ) ﴿مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا وَ عَلَى اللّٰهِ فليتوكل المؤمن﴾ (یہ اور ان جیسے دوسری آیتوں میں خداوند عالم کی ولایت کا تذکرہ ہو رہا ہے اور یہ بیان ہو رہا ہے کہ طاعت اور بندگی سمیت تمام امور میں خدا کی ذات اولیٰ بالتصرف ہے۔

فخر رازی کا اعتراض:

فخر رازی پہلا انسان نہیں ہے جس نے اس لفظ کے بارے میں شبہات اور اعتراضات کیئے ہوں بلکہ اس سے پہلے بھی بہت سے لوگوں نے اس پر شبہات کئے ہیں اور انہوں نے آیہ مجیدہ میں لفظ "ولی" سے مراد ناصر و مددگار اور نزدیک و سرانجام و غیرہ سمجھا ہے اور اس کے بعد اس طرح اشکال وارد کرنے کی کوشش کی ہے : اگر لفظ "مولا" کا معنی "اولی" ہوں تو دونوں کا ایک دوسرے کی جگہ پر استعمال صحیح ہونا چاہیے حالانکہ ایسا نہیں ہے ، انہوں نے مزید کہا ہے کہ اس حوالے سے قابل توجہ اور دقت طلب بات یہ ہے کہ چونکہ سید مرتضیٰ نے امام علی علیہ السلام کی امامت کو ثابت کرنے کے لئے حدیث من کنت سے استدلال کیا ہے اور کہا ہے کہ اہل لغت نے "مولی" کے معانی میں سے ایک "اولی" کو قرار دیا ہے جبکہ اس لفظ میں یہ صلاحیت بھی پائی جاتی ہے کہ کچھ دیگر مثلاً چچا زاد بھائی، یار و مددگار، آزاد کرنے والا اور آزاد شدہ جیسے معانی میں بھی استعمال ہو۔ لیکن یہاں تو بہت ہی واضح اور روشن ہے اصلاً پیغمبر اکرم نے یہ مراد ہی نہیں لی ا ہے بلکہ اس سے اولویت مراد لی ا ہے۔

اس کے بعد فخر رازی نے کہا ہے کہ یہاں پر لفظ مولا سے اہل لغت اور مفسرین کا مقصد صرف اور صرف اسی آیت میں لفظ کو بیان کرنا تھا نہ کہ اس کے اصلی معنی، پس ہم اس مطلب سے استدلال کر کے امام علی علیہ السلام کی امامت کو ثابت نہیں کر سکتے ہیں!! (8)

"کتاب نہایۃ العقول" میں لکھا ہے: اگر اس لفظ "مولی" سے مراد "اولی" ہو تو لازم ہے کہ یہ بات درست ہو کہ جو لفظ ایک کلمہ سے لگایا جا سکتا ہے اسے دوسرے کلمہ سے لگایا جا سکتا ہے حالانکہ ایسا نہیں (9) مثلاً: جہاں کلمہ "اولی" استعمال ہو تو وہاں لفظ (من) کا آنا لازمی ہے (فلان ولی من فلان) یعنی فلان، فلان سے سزاوارتر ہے لیکن اس کے مقابلے میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ (مولی من فلان) تو اس کا معنی غلط ہوگا۔ اور اگر اصطلاح میں دیکھا جائے تو اس کا استعمال اس طرح ہوگا (ہو مولی الرجل) وہ اس مرد کا "مولی" ہے۔ لیکن اس کے مقابلے میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ (ہو ولی الرجل) اس طرح کے دیگر نمونوں سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ ("مولی") کو (اولی) کی جگہ پر استعمال نہیں کر سکتے چونکہ یہ دونوں ہم معنی نہیں لہذا یہ غلط ہے۔

حیرت انگیز بات

قارئین کرام!

فخر رازی جیسے عظیم مفسر کی حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جناب موصوف الفاظ مشتق کے حالات سے بھی ناواقف ہیاور اس طرح یہ بھی نہیں جانتے کہ افعال لازم و متعدی کے مختلف صیغوں کے معنی بھی بدل جاتے

ہیں۔ دو الفاظ کے مترادف یا ہم معنی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی اصلی معنی ایک ہے؛ یہ لازمی نہیں ہے کہ مختلف حالات میں تراکیب میں بھی ایک جیسے ہوں۔ جیسا کہ "مولا" اور "اولی" ترکیب اور حالت میں مختلف ہیں لیکن ان کی اصلی معنی ایک ہے اس کی مزید وضاحت یہ ہے کہ ان میں سے ایک "ب" کے ساتھ آتا ہے "من" کے ساتھ نہیں جبکہ دوسرا "من" کے ساتھ آتا ہے "ب" کے ساتھ نہیں۔

دوسرا، رخ اس لفظ کے ساختار ترکیبی کے بارے میں ہے۔

تو ان دونوں الفاظ میں سے لفظ "اولی" ترکیب تفضیل ہے جبکہ دوسرا ایسا نہیں اس لئے جملے کے استعمال میں مختلف و متفاوت ہوتے ہیں اور یہ اس کے ساختار لفظی سے مربوط ہے جب کہ اس کا معنی و مفہوم سے بھی کوئی ربط نہیں ہے جیسا کہ جناب ازہری کے قول کے مطابق (10)

اگر دو لفظ مترادف ہوں تو ان کا ایک دوسرے کی جگہ پر استعمال کرنا اس وقت صحیح ہوگا جب اس کے استعمال میں کوئی مانع نہ ہو جبکہ یہ ان پر مانع موجود ہے کیونکہ لفظ "اولی" اسم تفضیل ہے اور اس کے ساتھ لفظ (مِنْ) استعمال ہوا ہے اور کبھی کبھار حرف (مِنْ) اور جس کو جر و کسرہ دیا گیا ہے (مجرور) دونوں کو حذف کیا جا سکتا ہے یہ اس وقت جب معلوم ہو مثال کے طور پر اس آیت مجیدہ میں (وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَى) (11) اس کے علاوہ جناب فخر رازی نے ایک اور نکتہ سے تمسک اور سہارا لی نے کی (بے جا) کوشش کی ہے جو کہ "مولی" کے دیگر بہت سارے معانی کے ساتھ بھی درست نہیں ہوتا۔

جیسے کہ ("مولی") کا ایک معنی ناصر و مدگار ہے جس کو خود موصوف صاحب نے حدیث غدیر سے مراد لی ہے! جبکہ بہت سارے مقامات پر اس لفظ سے ناصر و مدگار مراد نہیں لے سکتے جیسا کہ حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام نے اپنی امت سے کہا تھا [مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ] ()

یہاں پر یہ کہہ سکتا تھا کہ (من مالی الی اللہ؟) اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جواب میں حواریوں نے یوں جواب دیا: [لَنْحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ] یہاں پر یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ (نحن موالی اللہ)

نیز ایک اور معنی "مولی" کے جس پر سب متفق ہیں وہ "منعم علیہ" کا معنی ہے یعنی وہ شخص جس کو نعمت عطا ہوئی ہو فرق صرف اتنا ہے کہ منعم لفظ "علی" کے ساتھ ہے جبکہ "مولی" لفظ "علی" کے بغیر استعمال ہوتا ہے۔ جبکہ خود فخر رازی صاحب کا کہنا ہے کہ "مولی" کے معنی نعمت پانے والا نہیں ہو سکتا چونکہ یہ دونوں ایک دوسرے کی جگہ پر استعمال نہیں ہو سکتے مگر ایک صورت میں صحیح ہو سکتا ہے جب کچھ حروف اور الفاظ اس کے ساتھ ہوں جو سب مل کر "مولی" کا معنی دیں۔

لیکن فخر رازی اسی بات کو نہ جانے کن مخفی دلائل کی وجہ سے "اولی" میں قبول نہیں کرتے!!

قابل توجہ نکتہ

یہ بحث جس پر تمام بزرگ علماء لغت و ادب اور راہل قلم حضرات متفق ہیں وہ سارے موارد میں دو الفاظ آپس میں مشترک اور مترادف ہیں لیکن ان کا لفظی استعمال آپس میں متفاوت اور مختلف ہے مثلاً کلام عرب میں لفظ "ام" اور "او" حروف تردید ہیں اور دونوں کا معنی "یا" ہوتا ہے لیکن ترکیب کے اعتبار سے چار قسم کے مفروضے بن سکتے ہیں۔

اس طرح لفظ "ہ" اور "ا" ہم زہ یہ دونوں حروف سوالی ہیں جن کے معنی "آیا" کے ہیں لیکن آپس میں دس فرق رکھتے ہیں۔ بالکل اسی طرح "ایان" اور "حتی" کے تین معانی ہیں "کم" اور "کاین" کے درمیان پانچ اختلافات ہیں

نیز "ای" اور "من" کے درمیان چھبکہ "عند" و "لدن" اور "لدی" (نزدیک) کے درمیان آپس میں چھبہتوں سے اختلاف پایا جاتا ہے اور ان میں سے ہر ایک، دوسرے سے مختلف ہے۔
اسی لیٰ یہاں جناب فخر رازی کی متضاد بحث کے بارے میں بعض حضرات متوجہ ہو کر اشارے بھی کیا ہے۔ (12)

اصل کے اذہان میں بھیہبات آئی لیٰ کن وہ لوگ اس بات کا غلط اور نادرست ہونا جانتے تھے۔ (13)
اس لئے انہوں نے اعتراض نہیں کیا کہ اگر ان کی معنی ایک ہے تو ایک دوسرے کی جگہ پر استعمال کیوں نہیں ہو سکتے؟

اعتراف

قارئین کرام !

کچھ علماء اہل سنت سے نہ چاہتے ہوئے بھی حقیقت ظاہر ہوئی ہے مثلاً جناب تفتازانی اور قوشجی اپنی کتابوں میں رقمطراز ہیں کہ لغت اور عربی گفتگو میں "مولیٰ" کے مختلف معانی ذکر ہوئے ہیں۔
انہی میں سے ایک "مولیٰ" کام کا مالک اور "اولیٰ" بالتصرف ہے لیٰ کن یہ حضرات بھی جب لفظ "مولیٰ" سے امامت علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو ثابت کرنے کے مرحلے میں پہنچے تو وہاں پر مفہوم "مولیٰ" کے بارے میں مختلف بہانے اور غیر منطقی استدلال کے ذریعے حدیث غدیر کورد کرنے کی (بے جا) کوشش کرنے لگے۔
مگر پھر بھی جب لفظ "مولیٰ" اور "اولیٰ" کے معنی بیان کرتے ہیں تو ان دونوں کے ایک معانی میں استعمال ہونے کو قبول کرتے ہیں۔

جناب جرجانی نے تو نہ صرف ان دنوں کی طرح رد کرنے کی کوشش کی ہے بلکہ مزید کہا ہے: کہ جناب قاضی عضد کایہ کہ نا کہ: "مفعول" کبھی بھی "افعل" کے معنی میں نہیں آیا ہے جبکہ یہبات غلط ہے۔

چونکہ عربی گرامر اور اہل زبان کے استعمال اور جو کچھ لغت کے علماء سے نقل ہوا ہے وہ یہ کہ لفظ "مولیٰ" "متولیٰ" کام کے عہدہ دار، اور "اولیٰ" بالتصرف کے معنوں میں بہت زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ (14)

اور نیز ابن حجر جو کہ حدیث غدیر کو رد کرنے والوں میں (سر سخت ترین) سرفہرست ہیں وہ بھی لفظ "مولیٰ" کے استعمال کے بارے میں معترف ہے کہ اس کا معنی "اولیٰ" بالتصرف "بہت ہی مناسب ہے۔ لیٰ کن اس کا اعتراض صرف "اولیٰ" کے متعلق میں ہے یعنی تمام امور میں مناسب تر، یا کچھ جہتوں میں زیادہ سزاوار؛ پھر خود دوسری معنی کو قبول کرتا ہے اور اسی کی فخر رازی اپنی کتاب نہایت العقول میں مولا کی آٹھ معنی کو ذکر کرتے ہیں جن میں سے ایک "اولیٰ بالشئی" کسی چیز میں دوسرے سے زیادہ حقدار ہوتا ہے؛ آگے لکھتے ہیں کہ لازمی نہیں ہے جو بھی لفظ مولا میں "اولیٰ" کا احتمال دیں وہ یہ قبول کر لیں کہ حدیث غدیر امام علی علیہ السلام کی امامت پر دلالت کرتی ہے۔ کیا ابو عبیدہ اور ابن انباری نے نہیں کہا کہ مولیٰ کی معنی "اولیٰ" ہے لیٰ کن پھر بھی وابوبکر اور عمر کی امامت کے قائل تھے۔ (15)

قابل غور بات

ہمیں ان کے عقیدے اور اعتقاد سے کوئی سروکار نہیں بلکہ ہمارا قابل توجہ بات یہ ہے کہ ان دونوں نے بھی بالکل وضاحت کے ساتھ لفظ "مولیٰ" کے معنی "اولیٰ" کا اعتراف کیا ہے! جس طرح بہت سارے دیگر عربی ادب کے محققین، دانشمندیوں نے بھی لفظ "مولیٰ" سے "اولیٰ" کا معنی مراد لیا ہے۔ (16)

عجیب اور جاہلانہ دعویٰ

قارئین کرام! ابھی آپ کے سامنے صاحب "تحفہ اثنا عشریہ" کے میزان اعتبار، فیصلے اور دعوے کو نقل کرتے ہیں موصوف لکھتے ہیں: کہ کسی بھی عربی ادب اور قواعد و گرامر جاننے والے نے لفظ "مولیٰ" سے "اولیٰ" مراد نہیں لی ہے اور نہ ہی استعمال کیا ہے! (16)

(کیا دعویٰ ہے سبحان اللہ!!)

ہمارا سوال

ہمارا ان سے سوال ہے کہ جناب والا! کیا جتنے مشہور عربی ادب کے ماہرین کا ذکر اوپر گزرا ہے کیا یہ سارے فارسی، اردو یا انگلش ادیب تھے؟ یا یہ حضرات عربی ادب اور گرامر کے استعمال سے جاہل تھے؟ یا واقعاً صرف موصوف جناب شاہ صاحب ہندی نے ہیاصل عربی قواعد اور گرامر کو سمجھا ہے؟ قارئین محترم! فیصلہ آپ پر اور آپ کے عقل و وجدان پر چھوڑتے ہیں۔ ()

ہمارا موقف

جو کچھ حدیث شریف غدیر خم کے بارے میں ہم نے سمجھے ہیں اس کو ہمارا امام علی علیہ السلام کی امامت پر دلیل قرار دیتے ہیں اور اس کے لئے حدیث غدیر کے علاوہ مزید دو اور احادیث پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بھی نقل کرتے ہیں پیغمبر صادق و امین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں: روئے زمین پر کوئی بھی مؤمن نہیں مگر یہ کہ میں (پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) دین و دنیا کی ہر چیز میں خود ان سے "اولیٰ" ہوں اگر کوئی اس آیت کی تلاوت کرے جس میں خداوند عالم نے فرمایا: [النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ] پس ہر مؤمن کے اس دنیا سے جانے کے بعد اس کے متروکہ اموال کو رشتہ دار ارث میں لے لے رہے ہیں اور اگر مرنے والے پر کوئی قرض یا ملکیت میں کوئی چیز چھوڑی ہو تو بھی وہ (رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) دوسروں پر مقدم ہے کیونکہ وہ "مولیٰ" اور "ولی" ہے ()

نیز کسی اور حدیث میں بھی آیا ہے جس میں فرماتے ہیں:

اس روئے زمین پر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے بڑھ کر حقدار کوئی نہیں ہے اور اگر تم میں سے کوئی مقروض ہو یا کوئی ملکیت میں چھوڑے تو سب سے زیادہ حقدار ہوں۔ (17)

جاہلانہ دعوی

جناب فخر رازی نے اپنی کتاب نہ ایۃ العقول میں کسی جگہ پر یہ دعویٰ کیا ہے کہ کسی بھی اہل نحو؛ قواعد عربی، اور اہل لغت (ادیب عرب) نے بھی یہ ذکر نہیں کیا کہ لفظ "مولیٰ" کو "مفعول" بمعنی "افعل" کہ جس کی معنی میں زمان اور مکان کی معنی پائی جاتی ہے وہ افعول کی معنا میں استعمال ہو سکے تفصیل کی معنی پائی جائے۔

قارئین کرام!

سابقہ گفتگو اور بحث کی روشنی میں واضح ہوجاتی ہے کہ ان کے دعویٰ کی کوئی حیثیت نہیں بلکہ بہتہ یکم زور دعوئیہ۔ جناب قاضی عضد ایچی نے کتاب (مواقف) میں ، شاہ صاحب ہندی نے کتاب (تحفہ اثنا عشریہ) میں ، کابلی نے کتاب (صواعق)، میں عبدالحق دہلوی نے کتاب (لمعات) میں اور قاضی ثناللہ پانی پتی نے اپنی کتاب (سیف مسلول) میں واضح طور پر دعویٰ کیا ہے کہ کسی بھی عرب کے ادیب نے "مولیٰ" کا معنی "اولیٰ" بیان نہیں کیا ہے!!۔

جبکہ حقیقت میں اصل بات فخر رازی کی تھی۔ ان کے پیروکار آندھے ہونے کی وجہ سے حقیقت چھپانے اور حدیث غدیر پر عقیدہ تشیع کے برخلاف فقط شہبات وارد کرنے پر تلے ہوئے تھے!!

(قارئین کرام! فیصلہ آپ پر.....)

ہمان کی ملامت نہیں کرتے کہ انہوں نے گرامر، قواعد عربی اور عربی ادب کو کیوں نہیں سمجھا؟

اور کیوں یہ لوگ ادبیات عرب کے ہنرور اس فن سے دور ہیں؟
حقیقت حائئہ!؟

قارئیں محترم!

(ان حضرات کا دعویٰ کسی حد تک ان کے اور ان جیسے عقل رکھنے والے کے لئے مناسب اور قابل عفو بھی ہو سکتا ہے!)

مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات کا تعلق عرب عربی رسوم و رواج اور عربی ثقافت سے کوسو دور ہے۔ قاضی کا تعلق ایچی سے ہے دوسرا ہندوستانی ہے تو تیسرا کابلی (افغانی) ہے تو چوتھا اور پانچواں دہلی اور پانی پتی (ہندوستانی) تو ہمارا دعو ہے افغانی اور ہندوستانی کہ ان اور خالص عربی قواعد عرب کہاں!!

بازار سخن

خیر بازار سخن آزاد ہے انہوں نے الفاظ عرب ادبیات عرب میں اپنے اپنے نظریات پیش کر دیے ہیں۔ جبکہ اصل حقیقت سے بیگانہ تھے۔ جبکہ دیگر تمام مشہور و معروف اور قابل ذکر عرب ادیب نے اپنے اپنے سخن اور گفتگو میں لفظ "مولیٰ" سے "اولیٰ" مراد لی ہے۔

اس معیار اور میزان کے علاوہ ان حضرات اور خصوصاً فخر رازی (جو کہ اس وادی میں اولیٰ ن بدعت گزار اور سفسطہ ایجاد کرنے والا ہے) کے لئے جناب ابو الولیٰ د بن سحنہ حنفی کی یہ گفتگو کافی ہے جس میں انہوں نے کہا ہے: جناب فخر رازی صاحب تمام علوم سے آگاہیو آشناتھے سوائے ادبیات عرب کے (18)

ابوحیان نے بھی اپنی تفسیر میں لکھا ہے: فخر رازی صاحب کی تفسیر مکمل طور پر سخن عرب اور عربی رنگ

ڈھنگ اور مقاصد سخن عرب سے خارج ہے، ان کی اکثر گفتگو سے پتہ چلتا ہے کہ وہ خود اپنے آپ کو ایک حکیم سمجھتے ہیں!! (19)

فیصلہ کون کرے؟!

قارئین کرام!

جب تمام بزرگان عرب، ادیب اور لغت دان حضرات سب نے کہا ہے کہ "مولیٰ" اولیٰ کی معنی میں بھی آتا ہے۔ تو یہ اس پر کوئی شک و تردید کی گنجائش نہیں رہتی اگرچہ فخر رازی نے بہت سارے موارد میں بزرگان ادبیات عرب کے سخن کو شاہد اور دلیل کے طور پر پیش کیا ہے لیکن حدیث غدیر کے بارے میں خصوصی طور پر اشکال کی ناکام کوشش کیے گویا ایسا لگتا ہے کہ صاحب کو خاص کر کلمہ "مولیٰ" سے چڑ، انرجی یا حسادت ہے!!؟

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ ہندی صاحب نے کتاب "تحفة اثنا عشریہ" میں لکھا ہے۔ (20)

کہ امامت امام علی علیہ السلام کو حدیث غدیر سے ثابت نہیں کر سکتے تو بس اس حدیث غدیر کی رد کے لئے یہ بات کافی ہے کہ کلمہ "مولیٰ" "ولی" کے معنیمیں نہیں آیا ہے "مولیٰ" "مفعول" فعل کے وزن پر نہیں آتا۔ اس بات سے انہوں نے نظر اہل لغت کو رد کرنے کی کوشش کی ہے جو اہل لغت نے کہا تھا کہ: "ولی" سے مراد عہدہ دارد، متصدی امراور کسی کام کو چلانے والے کے ہیں نیز ولی زن، ولی یتیم، ولی عبد (غلام) بادشاہ کی ولایت اور ولی عہدہ وغیرہ ان سب کامعنیسرپرست اور عہدار کے ہیں اور ان کے علاوہ مولا" ولی" کے معنیمیں بھی استعمال ہوا ہے۔

موصوف صاحب کی یہ گفتگو عرب کے مشہور معروف ادیب فراء اور مبرد و غیرہ سے کیونکر پنہان اور مخفی رہی کہ انہوں نے کہا کہ "ولی" اور "مولیٰ" کے ایک ہی معنی ہے!! (21)

مزید اہل لغت عرب کا اتفاق ہے کہ "ولی" کا ایک معنی "مولیٰ" کے بھی ہے۔ (22)

یہاں تک کہ بعض نے تو قرآنی آیات کو دلیل اور استناد کے طور پر پیش کیا ہے جیسے آیت مجیدہ]

ذٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَأَنَّ الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَى لَهُمْ))

لغت میں "مولیٰ" کا معنی

عرب لغت دان حضرات نے لفظ "مولیٰ" کے معنی آزاد کرنے والا، آزاد شدہ کے علاوہ آقا و مالک اور سرور مراد لی ہے نیز "ولی" اور سلطان و امیر بھی مراد لی ہے اور دوسری طرف سے سبکا اس بات پر اتفاق ہے کہ لفظ "مولیٰ" اور "ولی" دونوں کامعنیایک ہے جس سے مراد اولویت ہے۔

لفظ "مولیٰ" کا استعمال

قارئین کرام!

تو اس کی کچھ تفصیل بھی بیان کرتے چلیں کہ لفظ امیر کا مقصد یہ ہے کہ امیر، جامعہ اور معاشرے کی دیکھ بال اور معاشرے کی نظم و نسق کو چلانے والا اور انکی تربیت و رہن سہن کے بارے میں پروگرامز ترتیب دینے والا اور ملک و معاشرے کو دشمنوں کے خطرات کو رفع، دفع کرنے والا، یہاں کیاصل ذمہ داری ہے اور یہاں عام آدمی کے بس کی بات بھی نہیں اور نہ ہی کوئی اس کا حقدار اور اہل بن سکتا ہے۔

اسی طرح آقا اور سرور کہ جس کے تحت تکفل یا ماتحت جو بھی ہو ان پر تصرف اور حکم کرنے کا وہ دوسروں سے سزاوارتر ہے کیونکہ وہ "مولیٰ" اور آقا ہے البتہ حق تصرف اور اختیارات مختلف ہوتے ہیں۔ اور بہدالت و تصرف ایک صوبے کے گورنر، وزیر اعلیٰ، ایک مرکزی وزیراعظم اور صدر مملکت کے اختیارات سے جدا و مختلف اور زیادہ و وسیع ہوا کرتا ہے۔

اور ان تمام سے بڑھ کر اختیارات ایک بادشاہ اور مطلق العنان حاکم کا ہوا کرتا ہے اور اس سے بھی اہمتر اور وسیع ترین اختیارات کی مالک شخصیت ہر امت کے لئے اس کا مبعوث شدہ پیغمبر ہوا کرتا ہے جو بندگان اور انسانوں کو خدا اور حق کی طرف راہنمائی کرتا ہے اس کے بعد یہ اختیارات اسی نبی پیغمبر کے وصی اور جانشین کو منتقل ہوتے ہیں۔

اگر ہم لفظ "مولیٰ" کے حقیقی معنی "اولیٰ" سے چشم پوشی اور صرف نظر بھی کریں تو اس کے معنی سرور، امیر اور سلطان سے آنکھ بند نہیں کر سکتے اور لفظ "مولیٰ" کا وسیع ترین معنی جو اس حدیث غدیر سے واضح ہوتا ہے اس کے علاوہ کسی پر منطبق نہیں ہو سکتا۔

ان دونوں معنوں کے علاوہ حدیث غدیر سے دوسرے معنی ہر گز مراد نہیں لی جاسکتا ہے

"مولیٰ" کے 30 معانی

تقریباً ان تین معنوں کے علاوہ اہل لغت نے مزید اس لفظ "مولیٰ" کے 27 معانی بیان کیے ہیں جو درج ذیل ہیں:

- 1- پروردگار
- 2- چچا
- 3- ابن عم
- 4- فرزند
- 5- خواہر زادہ
- 6- آزاد کرنے والا
- 7- آزاد ہونے والا
- 8- غلام اور عبد
- 9- مالک و آقا
- 10- پیروکار
- 11- وہ جس کو نعمت سے نوازا گیا
- 12- شریک
- 13- ہمپیمان اور شریک
- 14- ہم راہ و ساتھی
- 15- ہم سایہ
- 16- مہم ان اور گھروالے
- 17- داماد
- 18- رشتہ دار
- 19- نعمت دینے والا
- 20- ہم عہد اور ہم وعدہ
- 21- و لی
- 22- کسی چیز میں اولیٰ یا لتصرف
- 23- سرور
- 24- سرور جو کہ مالک اور آزاد کرنے والا نہ ہو
- 25- دوستدار، محبت کرنے والا
- 26- یاور و مددگار
- 27- کسی کام، امر میں تصرف کرنے والا
- 28- کسی کام کا عہدہ دار اور ذمہ دار۔

پہلا معنی کفر آمیز ہے چونکہ خداوند عالم کے علاوہ ساری کائنات کا کوئی اور پروردگار نہیں ہے اور اسی طرح دو سے لی کر چودہ تک کا معنی بہت درست اور مراد نہیں ہو سکتا بلکہ یہ ایک جھوٹا و ردورغ ہوگا چونکہ --- اسی طرح آزادہ کرنے والا اور آزاد شدہ بھی نہیں ہو سکتا چونکہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام کی شخصیت ایسی تھی کہ وہ تمام آزاد شدگان کے سرور و آقا تھے ممکن نہ تھا کہ انہیں کسی نے آزاد کیا ہو اور ہر گز کسی کے بندے اور غلام بھی نہیں تھے اور علی علیہ السلام کی ذات گرامی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے غلاموں کا مالک بھی نہیں تھے اور نہ ہی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خداوند عالم کے علاوہ کسی کے تابع تھے اور اس جمع غفیر، لوگوں کے ٹھا ٹھیں مارتے ہوئے سمندر میں یہ اعلان کریں کہ میں جس کا تابع ہوں علی علیہ السلام اس کا تابع ہے!

تو یہ معنی پیروبھی مراد اور معقول نہیں ہو سکتا۔

نعمت یافتہ بھی درست نہیں ہو سکتا کیونکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر کسی کی منت اور نعمت نہیں بلکہ یہ اسی ذات تھی جو تمام عالمین کو نعمت دینے والی تھی اور ساری کائنات پر رسول کی منت ہے۔ شریک کامعنی بھی درست نہیں چونکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کبھی بھی کسی تجارت و غیرہ میں کسی کے بھی شریک نہیں رہے ہیں تو علی علیہ السلام کو اپنے کس کام میں شریک قرار دے رہے تھے؟! جب آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت خدیجہ علیہا السلام کے مال سے تجارت شروع کی تو وہ بعنوان شریک نہیں تھے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تجارت حضرت خدیجہ علیہا السلام کے لئے ہی کی تھی اگر فرض کریں اور اس بات کو قبول بھی کریں (جو اصل میں غیر معقول ہے) تو حضرت علی علیہ السلام کی ذات تو اس سفر تجارت میں شریک اور ہمراہ ہیں تھی شریک تجارت تو دور کی بات ہے حضرت علی علیہ السلام کی تجارت میں حتیٰ کوئی معمولی دخالت تک بھی نہیں تھے۔

ہم پیمان کا معنی بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس کے ہم پیمان تھے ہی نہیں کہاس پر جمیعت میں یہ اعلان اور افتخار کریں کہ علی علیہ السلام میرا ہم پیمان ہے! رشتہ داری، داماد، ہم خانہ، و ہمہ ان، ہم سایہ اور ہم راہیہ کامعنی بھی درست نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا اپنے اس اہماور تاریخی حج میں ان تمام حجاج کرام کو اس گرمی کی شدت میں، اس بیابان میں حجاج کرام کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر میں اپنی موت کا خبر دینا، فرمان آلہی اور پیغام آلہی کا ابلاغ اور مخصوص منبر بنا کر لوگوں کو دین و دنیا کی خوشخبری سنانا اور مهمترین پیغام کو پہنچانا اور ارشاد فرمانا کہ: جس کا بھی میں ہم خانہ، ہم راہ، و ہمہ ان، داماد اور میرے رشتہ دار ہے علی علیہ السلام بھی اس کے ہم راہ، ہم سایہ، ہم ہانہو ہمہ ان، داماد اور رشتہ دار ہے! خدا کی قسم!

خدا کی قسم ہر گز ایسا مقصد نہیں ہو سکتا اور نہ ہی عقل قبول کرتی ہے کہ وہ عقل کل، ختم الرسل صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور حکمت کے مجسمہ اور خطیب بلاغت سے ایسی باتوں کی نسبت دی جائے! یہ ہر گز ممکن نہیں کہ انتی مختصر معمولی وہ بھی لوگوں کو معلوم شدہ بات کے اعلان اور اطلاع کے لئے اس جلتی ہوئی گرمی میں صحراء غدیر میں روکا جائے۔ مزید اگر کوئی اس کو قبول بھی کرے جو کہ غلط ہے تو اس میں حضرت علی علیہ السلام کی ذات گرامی کے لئے کونسا امتیاز اور کونسی فضلیت تھی کہ حجاج کرام گروہر گروہ آئے اور ان کی بیعت کے ساتھ مبارکبادی و تبریک اور شاباس دیں!!۔

لفظ "مولیٰ" کا ایک اور معنی نعمت دہندہ تھا تو اس سے مراد یہ ہوگا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہر کسی کو نعمت دینے والا ہو اور علی علیہ السلام بھی نعمت دینے والا ہو جبکہ ان دونوں کے درمیان بھی کوئی ملازمہ نہیں پایا جاتا۔ ہاں اس سے مراد نعمت دینے و ہدایت اور نجات آخرت و عزت دنیا کی طرف ہدایت ہو تو یہ ہم ارے دعویٰ کے عین مطابق ہوگا چونکہ ہمارا مقصود و مراد ہدایت سے امامت ہے۔

اس کے بعد ایک معنی پیمان کا تھا تو اس معنی میں کچھ احتمالات ممکن ہیں۔

نمبر ایک: یہ پیمان عرب قاعدے کے مطابق جنگ بندی اور آپس کی ہمدردی ایک ساتھ مل جل کر کام کرنا۔ ایسی بات علی علیہ السلام کی ذات کے لئے مناسب نہیں مگر ایک صورت میں ممکن ہے کہ جب ہمدلی علیہ السلام کو رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا پیروکار مانیں نیز اس مسئلہ میں تمام مسلمان برابر ہیں اور علی علیہ السلام کو جدا بھی نہیں کیا جا سکتا۔

ہاں یہ ایک صورت میں ممکن ہے جب کوئی کہے کہ علی علیہ السلام نے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مقابلے میں خداسے پیمان اور وعدہ کیا تھا کہ دشمنان اسلام، فتنہگر اور تمام سازشوں کے مقابلے میں حکومت اسلامی کی حمایت اور اس کی تقویت کرے گا۔

یا یہ ممکن ہے کہ اگر اس ہمپیمانی سے منظور اور مراد: اوصاف حسنہ اور فضیلت ہو جیسے اگر کوئی کہے کہ فلانی ہمپیمان فضیلت و کرم اور جود و سخا ہے یعنی کریم و فاضل ہے تو اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اس سے مراد یہ ہو گا جو کوئی مجھ (پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) سے جتنا عقیدہ رکھتا ہے علی علیہ السلام کے ساتھ بھی ایسا عقیدہ رکھے۔ اگر چہ اہل عرب اور عربی سے شغف رکھنے والے حضرات اس چیز کو پسند نہیں کرتے اس کے باوجود ہم ارے اصل مراد سے قریب المعنیہ۔

دوستدار اور مدگار کے معنی میں چند وجوہات قابل تصور ہیں:

1- کیا اس دوستی و مدد سے مراد لوگوں کو علی علیہ السلام کی محبت اور نصرت کے لئے تیار کرنا یا ان کے جذبات کو ابارناتھا؟۔

2- یا خبری ہوا انشائی ہو۔

دو احتمال

پہلا احتمال:

اگر خبر یہ ہو تو اس سے مراد یہ ہے حضرت علی علیہ السلام کی محبت تمام لوگوں پر واجب ہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں تھی جس کے لئے اس حساسیت اور سختی کے ساتھ دستور اور پیغام آہی آئے اور اس تبلیغ کو ان دشوار شرائط میں لوگوں تک پہنچادیں اور لوگ بھی فوراً مبارکبادی پیش کریں جبکہ یہ تمام جانتے تھے کہ مختلف آیات آہی حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوچکی ہیں اور ان میں ان کی اخوت، ولایت اور مؤمنین کے ساتھ آپس میں دوستی کا حکم دیا گیا تھا جن کی وہ لوگ تلاوت کیا کرتے تھے اور ایک دوسرے کو بتایا بھی کرتے تھے۔ (23)

دوسرا احتمال:

اگر اس سے مراد انشاء ہو تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے لوگوں کا حضرت علی علیہ السلام کی مدد کرنا اور اس سے محبت رکھنے کو بیان کیا ہے جبکہ محبت و دوستی صرف علی علیہ السلام سے مخصوص نہیں چونکہ دوستی و محبت تمام مسلمان ایک دوسرے سے رکھتے ہیں۔

اور اگر اس دوستی اور محبت سے کوئی مخصوص اور خاص مقصد ہو جو تمام احکامات و دستورات اور فرامین کے آگے سرتسلی م خم کرنا ہے جو خود "اولی بالتصرف" مقام خلی فہ اللہ اور جانشینی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہے۔ یہ ی تو ہمارا دعو ہے اور عین امامت کے مطابق ہے جس کو ہم ثابت کرنا چاہتے تھے۔ اگر یہ جملہ خبری ہو یعنی مقصد علی کو بتانا تھا کہ لوگوں کا دوست اور مددگار بنے تو اس بات کو جدا، اکیلے میں بھی بیان کر سکتے تھے نہ اس طرح کے جمع غفیر اور لوگوں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر اور ان مخصوص شرائط میں دستور دیتے؟!

قارئین کرام!

آپ خود ان 30 معانی کے بارے میں غور فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ اس لفظ "مولیٰ" سے کوئی بھی معنی مکمل طور پر صحیح، درست اور قابل قبول نہیں ہے اور نہ ہی حقیقت کے مطابق ہے چونکہ ہر کسی میں کوئی نہ کوئی نقص اور شرائط کی کمی پائی جاتی ہے۔ لہذا صرف اور صرف اس سے مراد "اولیٰ بالتصرف، سرور و سرپرست اور تمام امور دین و دنیاوی کا متولی ہو سکتا ہے اور یہ تمام رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات گرامی کے لئے بھی ثابت تھے جیسے سرپرستی امت، سرور و رہنما، اولیٰ بالتصرف اور ولایت وغیرہ اور یہی حضرت علی علیہ السلام کے لئے بھی ثابت ہے یعنی جسمانی اکثر علماء لغت عربی اور ادیب عرب نے قبول کیا ہے یعنی لفظ "مولیٰ" کو جو بھی انسان پہلی بار سنے تو اس کے ذہن میں "اولیٰ بالتصرف" ہی آتا ہے۔

حدیث غدیر میں چھقرینے

قارئین محترم !

یہ ان تک آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ ہمنے لفظ "مولیٰ" سے "اولیٰ بالتصرف" کے معنی کو ثابت کئے لیکن ممکن ہے کوئی اشکال کرے اور کہے جناب محترم لفظ "مولیٰ" مشترک لفظی ہے جس کے بہت سارے معانی ہیں۔ تو یہ ان پر ہماس اشکال کو خود اسی حدیث شریف سے ہیرڈ کر سکتے ہیں۔ چونکہ اس حدیث میں چھقرینہ (متصل یا منفصل) پائے جاتے ہیں جن سے دیگر معانی کی نفی ہوتی ہے۔

1- مقدمہ حدیث:

صدر حدیث میں موجود قرینہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حدیث غدیر کے جملہ "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" سے پہلے فرمایا: "الست اولیٰ بکم من انفسکم" کیا میں تم لوگوں پر خود تم سے زیادہ حقدار نہیں ہوں؟ تو سب نے یک زبان ہو کر جواب میں کہا: "جی ہاں"۔

تو اس کے فوراً بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا "من کنت مولاہ فہذا علی مولا" پس یہ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ "مولیٰ" سے مراد وہی اولیٰ بالتصرف اور اولویت ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو حاصل تھی جس کا اس اجتماع میں تمام لوگوں سے اقرار لی اتھا اور خود لوگوں نے بھی اعتراف کیا تھا۔ اس جملہ "الست اولیٰ بکم" کو شیعہ سنی دونوں کے بہت سارے علماء و محققین، مورخین اور راویوں نے بھی نقل کیا ہے اہل سنت کے علماء میں سے احمد بن حنبل، ابن ماجہ، نسائی، شبیائی، طبری، طبرانی اور ذہبی وغیرہ قابل ذکر ہیں (24)۔

نیز ان سب نے صرف نقل کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ صحیح السند قرار دینے کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ "مولیٰ" سے وہی اولیٰ بالتصرف، ولایت اور اولویت مراد ہے جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے امت پر

ثابت تھی۔ وہی اولویت اور ولایت حضرت علی علیہ السلام کے لئے بھی ثابت ہے (25)۔

2- ذیل حدیث

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اسی حدیث شریف کے ذیل میں متعدد دجگھوپر یہ جملہ ارشاد فرمایا تھا (اللهم وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَ عَادِ مَنْ عَادَاهُ وَ انْصُرْ مَنْ نَصَرَهُ وَ اخْذِلْ مَنْ خَذَلَهُ۔) قارئین کرام:

سابقہ گفتگو کی طرح اس جملے سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو منصب وصایت و ولایت اور پوری امت اسلامیہ کی سربراہیدینے کے بعد امت پر اس صاحب منصب کی اطاعت و مدد اور ان سے محبت کو بھی واجب کر دیا۔ چونکہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جانتے تھے کہ کچھ لوگ حضرت علی علیہ السلام سے حسد کرینگے اور بعض دشمنان اسلام منافق بھی علی علیہ السلام کے درپے ہیں نیز یہ بھی معلوم تھا کہ اس منصب کو دینے کے بعد کچھ حاسدین، منافقین اور ریاست طلب افراد ان کی مخالفت کرینگے لیکن ساتھ میں آفرین اور خوش آمد بھی کہیں گے۔ پس اس لئے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے لوگوں کو بتانے اور سمجھانے کے لئے کہ ولایت و رہبری کے لئے موزون فرد یہ ہے اور خدا کی دوستی اور بندوں کی دوستی میں بھی فرق ہے علی علیہ السلام کی مدد کرنے والوں کے لئے دعا اور دشمنی رکھنے والوں کے لئے نفرین کی، ان کی دوستی کو خدا کی دوستی قرار دیا اور ان کے ساتھ دشمنی کو خدا سے دشمنی قرار دیا۔ اس حدیث شریف میں عمومی اور کلی دعا سے عصمت علی علیہ السلام کو بھی ثابت کیا جاسکتا ہے؛ چونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے ہر حالت اور ہر زمان میں عصمت ثابت ہے۔ تمام گناہوں، خطاؤں اور لغزشوں سے منزہ تھے اور لوگوں کی رہبری و سرپرستی کے لئے عصمت کا ہونا لازمی ہے اور ان تمام مراحل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو خود سے جدا نہیں فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے پہلے ہی تمام لوگوں کو علی علیہ السلام کی اطاعت کو تسلی م کرنے کا دستور دے چکے تھے اور ان کے حکم کی مخالفت اور سرپیچی کو حرام اور منع فرمایا تھا پس ان احکامات کا صادر کرنا دلیل ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی ذات گرامی اس منصب مقدس کے لئے اولویت رکھتی تھی۔

3- پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی گواہی

اس حدیث شریف میں ایک جملہ گواہی کا بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے لوگوں سے پوچھا۔ اے لوگو! کس کی شہادت دیتے ہو؟ لوگوں نے جواب دیا: ہم گواہیدیتے ہیں جزء خدا کے کوئی معبود نہیں ہے۔

پھر پوچھا اس کے بعد کس کی شہادت دیتے ہو؟

لوگوں نے جواب دیا: محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اللہ کا بھیجا ہوا بندہ ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے پوچھا: تم لوگوں کا ولی کون ہے؟

سب نے جواب دیا: ہم ار ولی خدا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہے تو اس کے بعد فوراً آنحضرت صلی

اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کے دست مبارک کو تھاما اور بلند فرما کر ارشاد فرمایا:
(مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلَى [فهذا عَلَى] مَوْلَاهُ) جس جس کا خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ولی ہے یہ علی ان کا مولیٰ ہے۔

اس جملہ کو بہت سارے علماء و مورخین نے نقل کیا ہے مانند جریر، زید بن ارقم، عامر بن ابی لی لی اور حذیفہ ابن اسید وغیرہ۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ جو منصب امامت و ولایت مطلقہ خدا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے ثابت تھا وہی ولایت مطلقہ علی علیہ السلام کے لئے بھی ثابت ہے۔

4- تکمیل دین اور شکر پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

مختلف طریقوں سے نقل ہوا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حدیث غدیر کے بعد دین مبین کے اکمال اور نعمتوں کے تمام ہونے، رسالت پیغمبری اور ولایت علی ابی طالب علیہ السلام پر خوشحالی و خشنودی پروردگار کے اظہار پر نعرہ تکبیر بلند فرمایا (26)
پس قارئین کرام! ہمارا سوال ہے وہ کونسی چیز تھی جس کے تمام اور اکمال و اتمام پر یہ تکبیر بلند فرمائی؟
پس یہ اکمال دین و تمام نعمت اور حضرت علی علیہ السلام کی امامت و رببری کے علاوہ وہ کونسی چیز ہو سکتی جو خشنودی پروردگار و رسالت کا باعث بنی؟۔

5- پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا اپنی رحلت کی خبر دین

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے امامت و ولایت علی علیہ السلام کو بیان کرنے سے پہلے اپنی شہادت کے نزدیک ہونے کی خبر دی تھی اور یہ بھی فرمایا تھا میں عنقریب دعوت خدا کو لبیک کہہ کر تم لوگوں کے درمیان سے کوچ کر رہا ہوں۔ (27)
قارئین محترم!

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا یہ خبر دین ا بتارہا ہے کہ تبلیغ رسالت میں کوئی اہم اور قابل ذکر حکم باقی نہیں رہا جس کا ابلاغ نہ کیا ہو اور لوگوں تک نہ پہنچانے کا خوف و خطر ہو؟ مگر اس کے بعد وہ کونسی چیز ہو سکتی ہے جس کی اتنی اہمیت اور اہمی تک نہ پہنچانے کا خوف ہو؟

جواب واضح ہے کہ جس بات کے ابلاغ نہ کرنے کا خوف اور آفسوس تھا وہ ولایت و امامت حضرت علی علیہ السلام اور عترت پاک کے علاوہ کیا ہو سکتی ہے؟
نیز کیا اتنا مہم اور اہمیت والا امر و مسؤلیت ابلاغ ولایت و امامت کے علاوہ کسی اور چیز پر منطبق، اور برابر فٹ آسکتی ہے؟۔

6- مبارک بادی دین

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کو پہنچانے کے بعد لوگوں سے فرمایا

لوگو! مجھے مبارکباد دو کیونکہ خدا نے مجھے نبوت اور میری اہل بیت کو امامت کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔ (28)

قارئین کرام!

آپ نے ملاحظہ فرمایا اس جملے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے لفظ امامت کو صراحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے دوسری بات تین دنوں تک تبریک و مبارکبادی دینا، علی علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کرنا جشن منانا، اور ان کو زیادہ اہمیت دینا ولایت و امامت خلافت اور اولویت کے علاوہ کیا ہوسکتا ہے۔ نیز خود ابوبکر اور عمر کا حضرت علی علیہ السلام کا دیدار کرنا اور ولایت و رہبری کی مبارکبادی دینا دلیل ہے کہ اصل مراد رہبری و سرپرستی امامت محمدی اور خلافت و امامت تھا۔

منابع و حوالہ جات:

- 1- ج 1 ص 340 تا 400 (چاپ جدید «مرکز الغدير للدراسات الاسلاميه»، ص 609 تا 677).
- 2- و اوجب لی ولایتہ علیکم / رسول اللہ یوم غدیر خم
- 3- فقال له : قم یا علی فانی / رضیتک من بعدی اماما و ہادیا
- 4- کسانی ہمچون : دعبل خزاعی ، حمانی کوفی ، ابوفراس ، سید مرتضی ، سید رضی ، حسین بن حجاج ، ابن رومی ، کشاجم ، صنوبری ، مفعج ، صاحب بن عباد، ناشی صغیر، تنوخی ، زابی ، ابوالعلاء، سروی ، جوہری ، ابن علویہ ، ابن حماد، ابن طباطبا، ابوالفرج ، مہیار، صولی نیلی ، فنجکردی و....
- 5- اسی طرح ابن عباس ، کلبی ، فراء، ابو عبیدہ بصری ، اخفش ، سعید بن اوس بصری ، بخاری ، ابن قتیبہ ، احمد بن یحیی شیبانی ، طبری ، انباری ، رمانی ، واحدی ، ابن جوزی ، محمد بن طلحہ شافعی ، محمد بن ابوبکر رازی ، تفتازانی ، ابن صباغ ، خجندی ، قوشجی ، خفاجی ، صنعانی ، عثمان حنفی ، عدوی ، شبلنجی (ان تمام مذکور مؤلفین کا مکمل حوالہ کتاب «الغدير» بیان میں مذکور ہے).
- 6- اسی طرح : ثعلبی ، شنتمری ، حسین بن مسعود بغوی ، زمخشری ، عکبری ، بیضاوی ، نسفی ، خازن بغدادی ، حلبی ، نیشابوری ، شربینی ، سلیمان جمل ، جارالله اللہ آبادی ، محب الدین افندی .
- 7- تفسیر کبیر، ج 29 ص 227.
- 8- التصريح ، خالد بن عبدالله ازہری ، باب تفضیل .
- 9- اسی طرح نظام الدین نیشابوری اپنی تفسیر (غرائب القرآن ، ج 27، ص 133).
- 10- مثل تفتازانی در شرح المقاصد (5/273) و قوشجی در شرح التجريد (ص 477).
- 11- شرح مواقف (حاشیہ سیالکوٹی بر شرح مواقف ، ج 8 ص 361).
- 12- صواعق محرقة ، ص 44.
- 13- اسی طرح : جوہری در صحاح اللغہ (6/2529)، خطیب تبریزی در شرح دیوان الحماسہ (1/9)، سبط بن

جوزی در تذکرہ (ص 31)، شبلنجی در نور الابصار (ص 160) و شرح معلمات سبع (ص 54) و...

14- از شاه صاحب ہندی ، ص 209.

15- صحیح بخاری ، ج 4 ص 1795.

16- صحیح مسلم ، ج 3 ص 430.

17- روض المناظر، ج 2، ص 199.

18- فتح القدیر، ج 4 ص 168.

19- ایضا ص 209.

20- معانی القرآن ، ج 2 ص 161.

21- از جملہ : مشکل القرآن انباری ، الكشف و البیان ثعلبی ، صحاح جوہری ، غریب القرآن سجستانی ، قاموس

فیروزآبادی ، وسیط واحدی ، نہایہ ابن اثیر، تاج العروس و....

22- جناب مولف نے ، 63 نفر کے نام وہ بھی بزرگان حدیث اہل سنت کو اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔

23- مثل ابن جوزی در تذکرۃ الخواص ، ص 32 و ابن طلحہ شافعی در مطالب السوول ، ص 16.

24- الصواعق المحرقہ ، ص 73 (الغدیر، ج 1 ص 300)

25- شواہد التنزیل ، حسانی ، ج 1 ص 201.

26- مطالب السوول ، ابن طلحہ ، ص 163.

27- شرف المصطفی ، ابوسعید خرگوشی .

28- الغدیر، ج 1 ص 33 بہ نقل از مطالب السوول .

29- سنن ترمذی ، ج 5، ص 590، مسند احمد، ج 6 ص 489، سنن کبری ، ج 5 ص 45، مصنف ، ابن ابی شیبہ ،

ج 12 ص 79، المستدرک علی الصحیحین ، ج 3 ص 139.

30- ر.ک . «الغدیر»، ج 1 ص 57، 165، 199، 219 و 213.

31- ر.ک : الغدیر، ج 1 ص 273.

32- انساب الاشراف ، بلاذری ، ج 1 ص 361.

33- مسند شمس الاخبار، علی بن حمید قرشی ، ج 1 ص 102.

34- الغدیر، ج 1 ص 200 بہ نقل از «کتاب سلیم».

35- الغدیر، ج 1 ص 165 (بہ نقل از فرائد السمطین حموی ، باب 58 سمط اول).

36- مودۃ القربی ، سید ہمدانی ، (مودت پنجم).

37- فرائد السمطین ، ج 1 ص 79، نظم درالسمطین ، ص 109، صواعق محرقہ ، ص 149.

38- فرائد السمطین ، ج 1 ص 79.

39- مناقب خوارزمی ، ص 97، صواعق محرقہ ، ص 107.

40- روح المعانی ، ج 23 ص 80.

41- محاضرات الادباء، راغب اصفہانی ، ج 2 جزء 4 ص 478.

42- شرح نہج البلاغہ ، ابن ابی الحدید، ج 6 ص 50.

54- گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو

منصب وصایت و ولایت اور پوری امت اسلامیہ کی سربراہی دین ے کے بعد امت پر اس صاحب منصب کی اطاعت و مدد اور ان سے محبت کو بھی واجب کردیا۔

اور مولف بزرگوار نے حدیث غدیر کے لفظ مولیٰ سے «اولیٰ» مراد لی ہے جو خلافت امیرالمؤمنین (ع) پر ایک بہترین دلیل ہے۔ مزید تفصیل کے لئے مراجعہ کیجئے، حسن بن ابراہیم در تاریخ مصر، ابو حامد غزالی در سر العالمین ، سبط بن جوزی در تذکرۃ خواص الامہ ، ثعلبی در تفسیر خود الکشف و البیان ، کمال الدین بن شافعی در مطالب السوول ، ابو عبد اللہ کنجی در کفاۃ الطالب ، فرغانی در شرح تائید ابن فارض ، ابوالمکارم سمنانی در العروة الوثقی ، شہاب الدین دولت آبادی در ہدایۃ السعداء، کشی حنفی در التمهید فی بیان التوحید، سید امیر محمد یمنی در الروضة الندیہ ، شیخ احمد عجیلی شافعی در ذخیرۃ المآل و دیگران . کہ جہت اختصار، الغدیر، ج 1 ص 391 پر مراجعہ کیجئے (مترجم)۔